UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2742018

اسلام میں منصوبہ بندی کی اہمیت اور عہد نبوی میں اس کے امثال

Importance of Planning in Islām and precedents in the Prophetic Era

DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2742018

سمیع اللہ *

محمد جمشید **

Abstract:
Planning deals with certain basic aspects, what to do, how to do, what would the source of doing under whose guidance it should be done etc. The Arabic word for planning is 'Takhtīt'. which according to Islām is one of the most significant factor for the success of a man in life. When a man does a proper planning before performing an action, he usually gets positive results. These results include time saving, convenience, well-crafted strategy and achievement of objectives.In this article the importance of planning in Islam has been discussed by focusing on Examples of planing in the era of Holy Prophet (PBUH).

Keywords: *Takhtīt, Planning, Islām, Hijrā, Ḥabshā, Jihād*

تعارفِ موضوع:

زندگی کے میدان میں انسان کی کامیابی کیلئے جو امور شرط کی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں سے ایک منصوبہ بندی بھی ہے۔ انسان جب اپنی ذمہ داریاں منصوبہ بندی کے تحت انجام دیتا ہے تو اسکا نتیجہ بہت سے فوائد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جن میں وقت کی بچت، خوش اسلوبی، حسن تدبیر اور مقاصد کا کماحقہ حصول وغیرہ شامل ہیں۔ اسی تناظر میں اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ جن اقوام اور افراد نے منصوبہ بندی کو اپنا وطیرہ بنایا ہے، خواہ چھوٹے امور میں ہو یا بڑے امور میں، انفرادی امور میں ہو یا اجتماعی امور میں، تعمیری کاموں میں ہو یا تخریبی کاموں میں، ان اقوام اور افراد نے اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کی ہے اور کامرانی نے ان کے قدم چومے ہیں۔ لیکن جس کسی نے منصوبہ بندی کو مدنظر نہیں رکھا ہے، وہ کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوا اور اگر کہیں کامیاب ہوا بھی تو مصائب کے ساتھ اور مشکلات کے بعد بڑے نقصانات سے دوچار ہونے کے بعد کامیاب ہوا۔ اس

---

* پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور

** ایم فل ریسرچ سکالر، یونیورسٹی آف بنوں، خیبر پختونخوا

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2742018

وجہ سے ضرورت محسوس ہوئی کہ اسلامی نقطہ نظر سے منصوبہ بندی کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے اور مسلم امہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی اہمیت سے روشناس کرایا جائے۔یہ مضمون اسی مقصد کے پیش نظر معرض تحریر میں لایا جارہاہے جو کہ درجہ ذیل ذیلی عنوانات پر مشتمل ہوگا:

۱۔ منصوبہ بندی کی تعریف

۲۔ منصوبہ بندی کی اہمیت

۳۔ عہد رسالت میں منصوبہ بندی کے نظائر وامثال

منصوبہ بندی کی تعریف:

منصوبہ بندی کا مطلب ہے کہ کیا کیا جائے، کیسے کیا جائے، کس کے ذریعے کیا جائے، کہاں کیا جائے اور کس کی نگرانی میں کیا جائے وغیرہ۔عربی میں اس کیلئے "تخطیط" اور انگریزی میں "Planning" کا لفظ استعمال کیا جاتاہے۔علامہ ضحیان نے "الإدارة والحكم فى الاسلام" میں اور علامہ صلابی نے "الدولة الأموية" میں اس کی تعریف یوں کی ہے:

"التخطيط هو الاستعداد فى الحاضر لما يواجهه الإنسان فى عمله وحياته فى المستقبل"[1]

(ترجمہ):موجودہ زمانے میں آنے والی زندگی اور کاروبار کے بارے میں تیاری کا نام منصوبہ بندی ہے۔

کیمبرج انگلش ڈکشنری میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"A set of decisions about how to do something in the future".[2]

(ترجمہ): مستقبل میں کسی کام کے کرنے کے بارے میں فیصلوں (یعنی اس کام کو کیسے کیا جائے) کے مجموعے کا نام منصوبہ بندی ہے۔

جبکہ انویسٹر ورڈز کے مطابق اس کی تعریف یوں ہے:

"The process of setting goals, developing strategies and outlining talks and schedules to accomplish the goals".[3]

(ترجمہ): مقاصد کو بنانے کا طریقہ کار، حکمت عملی کی ترویج اور نشو ونما اور بحث ومباحث کرنا اور مقاصد کی تکمیل کیلئے مناسب منصوبہ بندی کرنا تاکہ مقاصد کو پورا کیا جاسکے۔

حاصل یہ کہ منصوبہ بندی آئندہ کی ضروریات کے حل اور اس کیلئے وسائل فراہم کرنے کیلئے پروگرام بنانے کا نام ہے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2742018

منصوبہ بندی کی اہمیت :

مقاصد کی کما حقہ تکمیل کیلئے منصوبہ بندی انتہائی ضروری ہے۔ اس کی تخصیص کسی قوم، مذہب یا فرد کے ساتھ نہیں، لیکن اسلام نے جس واضح انداز میں اس کی اہمیت کو بیان کیا ہے، کسی مذہب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

قرآن کریم، ذخیرۂ احادیث اور اکابرین امت کے شب وروز سے اس کی اہمیت واضح نظر آتی ہے۔ سورۂ یوسف جہاں اور تعلیمات پر مشتمل ہے، وہاں ایک اہم تعلیم اقتصادی منصوبہ بندی کی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پیش آمدہ قحط سالی کیلئے منصوبہ بندی کی حکایت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

"قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تأكلون، ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تُحْصِنون، ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ"[4]

(ترجمہ): تم سات برس تک مسلسل کھیتی کروگے، پھر جو فصل ہو تو اس کو اس کے خوشوں ہی میں لگا رہنے دو (تاکہ وہ خراب نہ ہو) مگر تھوڑا سا کہ جسے تم کھاؤ۔ پھر اس کے بعد سات برس سخت آئیں گے کہ جو ذخیرہ ان کیلئے جمع کرر کھا تھا، اس کو کھا جائیں گے، مگر قدرے قلیل کہ جو احتیاط سے رکھا ہو گا۔ پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا، کہ جس میں لوگوں کیلئے بارش ہو گی اور وہ اس میں انگور کا شیرہ نچوڑیں گے۔

اگر ہم سورۃ الانفال کا مطالعہ کریں تو عسکری منصوبہ بندی کا درس ملتا ہے، جو اس کی اہمیت کی واضح دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں:

"وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ"[5]

(ترجمہ): اور ان (کافروں) کے (مقابلے) کے لئے اپنی بساط کے مطابق قوت (ہتھیار) سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے تیاری کرو، اور اس کے ذریعے سے تم (اپنا) رعب جمائے رکھو ان پر جو (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں۔

حاصل یہ کہ سورہ یوسف ہمیں اقتصادی منصوبہ بندی کی طرف متوجہ کرتا ہے جبکہ سورۃ الانفال ہماری توجہ عسکری اور فوجی منصوبہ بندی کی طرف مبذول کرتا ہے۔ اس لئے کہ تیاری منصوبہ بندی کے مراحل میں سے ایک اہم مرحلہ ہے، جو کہ بشری اور مادی تمام ذرائع اور شعبوں کو شامل ہے۔ منصوبہ بندی اس وقت تک

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2742018

معیاری نہ ہوگی جب تک وہ سالم اور صحیح تیاری اور انتظام پر استوار نہ ہو۔ اگر ذخیرہ احادیث کا مطالعہ کریں تو بھی منصوبہ بندی کی ضرورت واضح نظر آئے گی۔ بخاری شریف کی کتاب الجنائز سے باب رثاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا واقعہ نظر سے گزرتا ہے۔ وہ بیمار ہیں، زندگی کی امید نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کیلئے تشریف لاتے ہیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں:

"إنی قد بلغ بی من الوجع ،وأنا ذومال، ولا یرثنی الا ابنة، أفاتصدق بثلثی مالی؟ ،قال: لا، فقلت:فالشطر؟ قال: لا، ثم قال: الثلث، والثلث کبیر أو کثیر، أن تدع ورثتک أغنیاء خیر من أن تذرهم عالة یتکففون الناس "[6]

(ترجمہ): میں بیمار ہوا ہوں (اور حالت یہاں تک پہنچی ہے کہ میں موت کے قریب ہو گیا ہوں) اور میں ایک مالدار آدمی ہوں، میری صرف ایک بیٹی میری وارث ہوگی، تو کیا میں اپنے مال کا دو تہائی حصہ صدقہ کردوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، میں نے پھر عرض کیا: کہ آدھا مال؟ فرمایا: نہیں، پھر فرمایا: تہائی حصہ (یعنی تہائی حصہ مال صدقہ کرسکتے ہو) اور تہائی حصہ بھی بڑا ہے یا (فرمایا کہ) زیادہ ہے۔ اگر تم اپنے ورثاء کو غنی چھوڑدو (یعنی ان کیلئے اتنا مال چھوڑدو کہ وہ اس کے ذریعے مالدار ہوجائیں) تو یہ بہت بہتر ہے اس سے کہ تم ان کو فقیر چھوڑدو کہ پھر وہ لوگوں سے بھیک مانگتے پھریں۔

کس قدر دلنشین انداز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل وعیال کی بہتر مستقبل کیلئے منصوبہ بندی کا درس دیا۔

اسی طرح اگر اکابرین امت کی عبارات وتحریرات کو دیکھیں تو ان میں بھی منصوبہ بندی کی اہمیت جھلکتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ علامہ کمال ادہمؒ کی ایک تحریر کو لیتے ہیں جو اسلام میں منصوبہ بندی کی اہمیت وضرورت کو اجاگر کرتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

" ففی الإدارة الإسلامیة فإن الهدف النهائي هو عبادة الله وتعمیر الکون ولتحقیق هذا الهدف النهائي لا بد من تحقیق الأهداف المرحلیة، التی تسعیٰ جمیعها إلی تحقیق الهدف النهائي وتسعی النظم الإسلامیة بأنواعها المختلفة السیاسیة و الاقتصادیة والإداریة والدولیة والعسکریة إلی تحقیق أهدافها المرحلیة، وذلک فی سبیل الوصول إلی تحقیق الهدف النهائي "[7]

(ترجمہ): اسلامی ادارے میں ادارے کا مقصودی ہدف اللہ تعالیٰ کی عبادت اور کائنات کی تعمیر ہے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2742018

اور اس مقصودی ہدف کے حصول کیلئے کچھ مرحلہ وار ابتدائی اہداف کا حصول ضروری ہے، جو اس مقصودی ہدف کو حاصل کرنے کی کوششیں ہیں۔ اسلامی قوانین اپنی جملہ سیاسی، اقتصادی، اداری، قومی اور عسکری انواع کے ساتھ اپنے مرحلہ وار اہداف کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور پھر (یہ تمام مجموعی طور پر) اسی مقصودی ہدف کے حصول کی کوشش کرتے ہیں۔

اس عبارت سے واضح طور پر یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ اداری منصوبہ بندی ان تنفیذی خطوط اور اہداف کو بنیادی توجہ دیتی ہے جو کہ ممکنہ وسائل وذرائع پر مشتمل ہوتے ہیں تاکہ مقرر کردہ اہداف کا حصول ہو جائے۔

مختصر یہ کہ قرآنی تعلیمات، نبوی ارشادات اور اکابرین کی عبارات وتحریرات اس بات کی شاہد عدل ہیں کہ اسلام منصوبہ بندی کا درس دیتا ہے، اس کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔

عہد رسالت میں منصوبہ بندی کے نظائر اور امثال:

سیرت طیبہ خصوصاً عہد رسالت کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی کام بغیر منصوبہ بندی کے نہیں کیا ہے، بلکہ ہر کام مناسب منصوبہ بندی کے تحت کیا ہے۔ موضوع کی وضاحت کیلئے ان میں سے چند ایک کو بطور نظیر ومثال پیش کرتے ہیں۔

ہجرت اور منصوبہ بندی:

مکہ مکرمہ میں جب مشرکین مکہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت محسوس کی کہ مسلمانوں کو مکہ کی معاشرتی زندگی سے علیحدہ کیا جائے۔ اسی مقصد کے پیش نظر ہجرت کے واقعات پیش آئے۔ سیرت طیبہ کے مطابق ایک ہجرت حبشہ کی طرف ہوئی ہے اور ایک مدینہ منورہ کی طرف ہوئی ہے۔

(۱) حبشہ کی طرف ہجرت:

پہلی ہجرت حبشہ کی طرف ہوئی ہے۔ کفار نے اسلام کی طرف بڑھتی ہوئی رغبت دیکھی، اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا ہوا دیکھا تو ان سے ہضم نہ ہو سکا اور مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے کیلئے ستانا شروع کیا اور مکمل طور پر ان کی ایذاء رسانی پر آمادہ ہو گئے۔

ان حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی جگہ کے بارے میں سوچ بچار شروع کیا، جہاں مسلمان امن سے رہیں، وہ جگہ دعوت کیلئے بھی موزوں ہو اور اس کو نئی ریاست کے مرکز کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شفقت نے حبشہ کا انتخاب کیا اور صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا:

"تفرقوا فى الأرض فإن الله سيجمعكم، قالوا: إلىٰ أين نذهب؟، قال: إلىٰ هنا، وأشار بيده إلى أرض الحبشة"[8]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2742018

(ترجمہ): تم اللہ کی زمین پر کہیں چلے جاؤ، عنقریب اللہ تعالیٰ ضرور تم سب کو جمع فرمائیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: کہاں جائیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے حبشہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، اس طرف چلے جاؤ۔

سیرت ابن ہشام میں ہے:

"لو خرجتم إلى أرض الحبشة، فإن بها ملكاً لا يظلم أحد عنده، وهي أرض صدق، حتى يجعل الله لكم فرجاً"[9]

(ترجمہ): اگر تم حبشہ کی طرف ہجرت کرو (تو یہ بہتر ہوگا) اس لئے کہ وہاں کے بادشاہ کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا، وہ سچے لوگوں کی زمین ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان مصائب سے نجات دے جن میں تم ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اقدام مستقبل کیلئے تیاری اور مناسب جگہ میں قرار پکڑنے کا پیش خیمہ تھا۔ ہجرت حبشہ نظریاتی افراد کی حفاظت، نظریاتی افراد کے پیدا کرنے، نظریاتی افراد کے تیار کرنے اور نظریاتی انقلاب کیلئے معاون اور مرکز کے تلاش کی ایک منصوبہ بندی تھی، جو رنگ لائی اور مطلوبہ مقاصد کما حقہ حاصل ہوئے۔ شاہ حبشہ کی صورت میں وہ عظیم نظریاتی ساتھی میسر ہوا، مسلمان کفار کے مظالم سے محفوظ ہوئے، اپنے نظریات کی ترویج آسان ہوئی اور ایک مضبوط حکومت کے ساتھ اچھے اور مضبوط روابط سے نظریاتی انقلاب کیلئے مناسب مرکز اور بہترین معاون ہاتھ آیا۔

(۲) مدینہ کی طرف ہجرت:

دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی طرف ہوئی۔ یہ وہ ہجرت ہے جو اسلامی ریاست کے باقاعدہ قیام کیلئے سنگ میل ثابت ہوئی۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت نے کفار کے اوسان خطا کر دئے تھے۔ ان کے مظالم انتہائیوں کو چھو رہے تھے۔ مسلمانوں پر زندگی کا دائرہ تنگ کر دیا گیا تھا اور وہ اس بات کے متمنی تھے کہ کسی طرح ان کو مکہ چھوڑنے کا حکم مل جائے۔

آخر کار ایجابت از درحق آگئی اور مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت مل گئی۔ اس کے بعد خو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انتظام کرنا شروع کر دیا تاکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کریں۔ چنانچہ ایک دن حضرت جبریلؑ آئے اور فرمایا:

"لا تبت هذه الليلة على فراشك الذى كنت تبيت عليه "[10] یعنی یہ (آئندہ آنیوالی) رات اپنے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2742018

اس بستر پر مت گزاریں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے رات گزارا کرتے تھے۔

یہ حکم ملنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ضروری امور کے نمٹانے کے لئے حضرت علیؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ سے سفر میں معیت کا مطالبہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر کیلئے جو منصوبہ بندی کی وہ اس انداز کی تھی:

(۱)۔ مخلص ساتھی کی معیت:

سفر میں معیت کیلئے مخلص ترین ساتھی (ابو بکر صدیقؓ) کا انتخاب کیا۔ جیسا کہ سیرت ابن ہشام میں حضرت اسماء سے روایت ہے:

"فقال:إن الله قد أذن لى فى الخروج والهجرة، قالت: فقال أبو بكر "الصحبة يا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الصحبة "[11]

(ترجمہ): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے (مکہ سے) نکلنے اور ہجرت کرنے کی اجازت دی ہے۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں: تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں ساتھ ہوں گا؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ ساتھ ہوں گے۔

(۲) سفر کیلئے مناسب سواری کا انتظام

"ثم قال: يا نبى الله! إن هاتين راحلتين قد كنت أعددتهما لهذا "[12] یعنی پھر فرمایا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دو سواریاں ہیں، میں نے اسی لئے ان کو تیار کیا تھا۔

(۳) راستے کی راہنمائی کیلئے رہبر کا انتخاب

"فاستاجرا عبد الله بن أرقط يدلهما على الطريق"[13] یعنی انہوں نے عبداللہ بن ارقط کو راستہ بتانے کیلئے اجرت پر لیا۔

(۴) غار ثور میں قیام کا فیصلہ

مخالفین کی نظروں سے اوجھل رہنے اور ان کی توجہ پھیرنے کیلئے غار ثور میں تین دن قیام کا فیصلہ کیا۔

"ثم عمدا إلىٰ غار بثور فدخلاه[14] یعنی پھر غار ثور کا ارادہ کیا اور اس میں داخل ہوئے۔

(۵)۔ حالات سے باخبر رہنے کے لیے بندوبست

قریش اور مشرکین کے حالات سے باخبر رہنے کیلئے عبداللہ بن ابی بکرؓ کو مکہ میں چھوڑا۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2742018

(۶): راشن کا بندوبست:

کھانالانے کی ذمہ داری حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کو سونپی۔

"وكانت أسماء بنت أبى بكر تأ تيهما من الطعام اذا أمست بما يصلحهما "[15]

(ترجمہ): حضرت اسماءؓ شام کے وقت ان کے پاس مناسب کھانالاتی تھیں۔

اس منصوبہ بندی کے نتیجے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبا اور کٹھن سفر کامیاب طریقے سے طے کیا اور کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پالینے میں کامیاب نہ ہوسکے۔

یہ تو سفر کیلئے منصوبہ بندی تھی اور جو ہجرت کی منصوبہ بندی تھی تو وہ ان مقاصد کے تکمیل کیلئے تھی جن کا ذکر ہجرت حبشہ میں ہوچکا۔ ہجرت مدینہ کی اس منصوبہ بندی کے نتیجے میں ایک اعلیٰ اور منظم اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔

مدینہ منورہ کے ابتدائی ایام اور منصوبہ بندی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد سب سے پہلے درجہ ذیل امور کیلئے منصوبہ بندی فرمائی۔

(۱) تعمیر مسجد النبی کیلئے منصوبہ بندی:

مدینہ منورہ میں سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کا فیصلہ کیا، جس کیلئے یوں منصوبہ بندی فرمائی:

(۱) سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کیلئے زمین کا انتخاب فرمایا۔ یہ وہ زمین تھی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ آکر بیٹھ گئی تھی۔ اس کے بارے میں علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ نے لکھا ہے:

"اول جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ آکر بیٹھ گئی تھی وہ جگہ یتیموں کا مربد تھا، یعنی کھجور خشک کرنے کی جگہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ کی بابت دریافت کیا کہ یہ جگہ کس کی ملکیت ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ خرمن سہل اور سہیل کی ہے۔"[16]

اسی جگہ کو خرید کر اس پر مسجد نبوی تعمیر فرمائی۔

(۲) اس کے بعد مجوزہ زمین پر موجود کھجور کے درخت کاٹے۔

(۳) زمین میں مشرکین کے قبور کو ہموار کیا۔

(۴) مسجد کی تعمیر کیلئے کچی اینٹیں بنوائیں۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2742018

علامہ کاندھلویؒ نے ان چیزوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"بعد ازاں اس زمین پر کھجور کے جو درخت تھے ان کے کٹوانے اور قبور مشرکین کے ہموار کرنے کا حکم دیا، اور اس کے بعد کچی اینٹیں بنانے کا حکم دیا۔ "[17]

(۵) ان تمام ترتیبات کے بعد تعمیر کا آغاز فرمایا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس حصہ لیا۔ سیرت ابن ہشام میں ہے:

"فعمل فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم ليرغب المسلمين فى العمل فيه"[18]

(ترجمہ): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو کام میں رغبت دلانے کیلئے خود اس میں کام کیا۔

(۲) مہاجرین کے مسائل حل کرنے کیلئے منصوبہ بندی:

مکہ مکرمہ سے جو صحابہ کرامؓ ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئے تھے، وہ اپنا سب کچھ وہیں چھوڑ کر آئے تھے، نہ ان کے پاس مال وجائیداد تھا نہ گھر بار اور نہ ہی اعزا و اقرباء، یہ ایک بڑا مسئلہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کے حل کیلئے جو منصوبہ بندی کی، وہ مواخاۃ کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ کا رشتہ قائم کیا، اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ یہ رشتۂ مواخاۃ اس قدر مستحکم اور مضبوط تھا کہ بمنزلۂ قرابت ونسب سمجھا جاتا تھا۔ جب کوئی انصاری مرتا تو مہاجر ہی اس کا وارث ہوتا۔ قرآن کریم نے اس رشتۂ مواخاۃ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

" إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ هَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ أُوْلَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللّهِ وَاللّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ"[19]

(ترجمہ): بیشک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جان ومال سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور ان کی مدد کی، یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

(۳) قیام امن کیلئے منصوبہ بندی:

مدینہ منورہ کی اکثر آبادی اوس اور خزرج کے دو بڑے قبائل پر مشتمل تھی۔ ان کے علاوہ یہاں یہود کے بھی تین قبائل تھے۔ مدینہ منورہ میں اکثر فتنہ وفساد اسی مذہبی اور نسلی تنوع کی وجہ سے پیدا ہوتا اور اسی سے پھیلتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں امن کے قیام اور یہودیوں کی سازشوں سے بچنے اور ان کے فتنہ و فساد کے پھیلاؤ کو روکنے کی منصوبہ بندی فرمائی اور ان کے ساتھ ایک معاہدہ تحریر فرمایا جو میثاق مدینہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدے کی تفصیل سیرت ابن ہشام اور البدایۃ والنھایۃ میں مذکور ہے، اس کا خلاصہ یوں ہے:

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2742018

(۱)خون بہاکا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا تھا، اب بھی قائم رہے گا۔(۲)یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہو گی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔(۳)۔ یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤر کھیں گے۔(۴)۔ یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے تو ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔(۵)۔کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔(۶)۔ مدینہ منورہ پر اگر حملہ ہوا تو دونوں فریق ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔(۷)۔کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہو گا۔لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہو گی[20]۔

غزوات وسرایا اور منصوبہ بندی:

اس عنوان کے تحت دو چیزیں آتی ہیں:

۱۔ غزوات وسرایا کی منصوبہ بندی

۲۔ غزوات وسرایا کیلئے منصوبہ بندی

دونوں کی مثالیں اور نظائر عہد رسالت میں ملتی ہیں۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو مدینہ منورہ میں ایک مثالی ریاست کے قیام کے بعد ضروری تھا کہ دشمن کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملایا جائے، اس کو مرعوب کیا جائے، اسلامی حکومت کی شان وشوکت کو جما دیا جائے اور معاشرے میں امن وامان، سلامتی اور خوشحالی کو استحکام دیا جائے۔ان مقاصد کے حصول کیلئے ضروری تھا کہ دشمن کی معیشت کو تباہ کیا جائے، مرکز سے متعلقہ علاقوں میں امن امان قائم کیا جائے اور مرکز کے ماحول کو قوی، منظم اور مستحکم کیا جائے۔ نیز پیش قدمی کی صورت میں پیچھے کی طرف سے اطمینان حاصل کیا جائے۔

ان مقاصد کے حصول کیلئے غزوات وسرایا کی منصوبہ بندی کی گئی۔اور ان کی تکمیل سریۂ حمزہ، سریۂ عبیدہ بن حارث، سریۂ عبداللہ بن جحش، غزوۂ بواط، بدر، احد اور خندق وغیرہ سے ہوئی[21]۔

جہاں تک غزوات وسرایا کی بات ہے تو انکی فہرست طویل ہونے کی وجہ سے ان سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

---

1. الضحیان، عبد الرحمٰن بن ابراهيم، الإدارة والحكم فى الاسلام، ص ۶۹، المملكة العربية السعودية، المدينة المنورة منورہ، صلابی، علی بن محمد، الدولة الأموية، ج۲، ص۴۸۴، دار ابن كثير، بيروت، 2009ء
2. www.dictionary.cambridge.com
3. www.investorwords.com
4. سورة يوسف:۴۷،۴۸،۴۹
5. سورةالانفال: ۶۰

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2742018

6. بخاری، أبو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، رقم ۱۲۹۵، دار طوق النجاة، **قاہرة، 1980ء**

7. فوزی، کمال أدھم،الادارة الاسلامیة، ص۱۱۲،دار النفائس،بیروت

8. أبی الفتح، محمد بن محمد، عیون الأثر،ج۱، ص۱۳۵،دارالقلم، بیروت

9. جمال الدین، أبو محمد، عبد الملک بن ھشام، السیرة النبویة، ج۱، ص۳۲۱، مکتبة مصطفیٰ البابی الحلبی

10. عبد الملک بن ھشام، السیرة النبویة، جا، ص۴۸۲،مکتبة مصطفیٰ البابی الحلبی

11. ابن ھشام، السیرةالنبویة، ج۱،ص۴۸۵،مکتبة مصطفی البابی الحلبی

12. أیضاً

13. أیضاً

14. أیضاً

15. أیضاً

16. *کاندھلوی، محمد ادریس،علامہ، سیرۃالمصطفیٰ،ج ا، ص ۴۲۵،مکتبہ الطاف اینڈ سنز، کراچی*

17. أیضاً

18. ابن ھشام، السیرة النبویة، ج۱،ص۴۹۶، مکتبة مصطفی البابی الحلبی

19. الأنفال:۷۲

20. ابن ھشام، السیرة النبویة، ج۱، ص۵۰۱، مکتبة مصطفیٰ البابی الحلبی

21. الضحیان،عبدالرحمٰن بن ابراھیم، الإدارة و الحکم فی الاسلام، ص۸۵، (ملخص از تخطیط النبوی للغزوات والسرایا)،مکتبة المملکة السعودیة العربیة، مدینة منورة

@ 2017 by the author, Licensee University of Chitral, Journal of Religious Studies. This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).